حضرت مولانا امین الحق صاحب مدظلہٗ، خطیب شیخوپورہ

نبوّت کی حقیقت اور اسکی عظمت

قسط ۳

نبوّت اللہ کی طرف سے عظیم منصب ہے جس کے لئے اللہ ہی ارباب ملکات کا انتخاب کرتا ہے۔ نبوّت اختصاصِ الٰہی کا نام ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ کونسی خصوصیات ہیں۔ جنکی وجہ سے حق تعالیٰ اپنی نبوت کے لئے انبیاءؑ کو مخصوص فرماتے ہیں۔ اس لئے نبوت کی عظمت اور مقام کا اندازہ ہمارے فکر ونظر کے اندازہ سے آگے ہے۔ اور علم وحکم اللہ ہی جانتا ہے کہ جس نے نبوت کے لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چنا ہے۔ اسکی عظمت اور مقام کتنا بلند ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں بہت سی قومیں غلو اور افراط میں تکذیب اور تفریط میں گمراہ اور تباہ ہوچکی ہیں۔ اس لئے علماء کے لئے اعتدال کی راہ معلوم کرنا اور اس پر قائم رہنا ضروری ہے۔ تاکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقاصد سے پورا پورا استفادہ کریں۔ اور یہ درمیانی راہ صرف وہی ہے۔ جو قرآن شریف نے ارشاد فرمایا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت میں حق تعالیٰ نے ہماری تعلیم وتفہیم اور تطہیر وتزکیہ کو ملحوظ رکھا ہے۔ اس لئے ہمیں اندازہ کرنا چاہیئے کہ ان ملکات میں انبیاءؑ کا مقام کس قدر بلند ہوگا۔ اور ہمیں انبیاءؑ کی قدر و احترام اور ادب و اعظام پر کس حد تک اللہ تعالیٰ نے مامور فرمایا ہے۔ انبیاء کا پہلا اور اہم مقصد اللہ کی مخلوق کے لئے تقنین اور تشریع ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان حاکمانہ اور شارع کی ہے۔ اور اس میں حق تعالیٰ نے اس کے ساتھ کسی انسان کو خواہ عالم اور فقیہہ ہے۔ یا امیر اور حاکم ہے۔ خواہ فرد ہے۔ یا جماعت ہے۔ شریک نہیں کیا ہے۔ اس لئے ہمارے لئے یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ کسی راہ اور کسی پہلو پہ

بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی دوسرا انسان تشریع کرنے کا سنت اور مستند نظیر یا صورت حالات کے مطابق آزادانہ تعبیر میں دین کے قائم کرنے کا مجاز ہوسکتا ہے۔ بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم منصب کی مناسب تشریح کے اہم مقصد کی واقعی اور صحیح حدود قرآن شریف کی آیات اور ارشادات کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں تفصیلات قرآن شریف کی آیات سے معلوم کرنا ضروری ہیں۔۔۔۔۔۔

قرآن شریف کی آیات

سورۃ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے ایمان والو! آگے مت بڑھو اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے) جس معاملہ میں اللہ اور رسولؐ کیطرف سے حکم ملنے کی توقع ہے تو اس معاملہ میں اللہ اور رسولؐ کے حکم کا انتظار کرو اور آگے بڑھ کر اپنی رائے سے اس کا فیصلہ مت کرو۔ اور رسولؐ کے ارشاد و فرمانے سے قبل بولنے کی جرأت نہ کرو اور پیغمبرؐ کے ارشاد اور سنت کے بعد اپنے افکار و اغراض کو اس پر مقدم نہ رکھو بلکہ اپنے افکار و جذبات کو رسولؐ کے ارشادات اور سنت کے تابع رکھو۔ قرآن شریف نے اس آیت میں بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آداب اور حقوق سکھلائے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب اور حق یہ ہے۔ کہ آپ کے ارشاد اور حکم کا انتظار کیا جائے اور اس سے تجاوز نہ کیا جائے۔ اور آپ کے ارشاد و تشریع کا پابندی سے التزام رکھا جائے اور تمام شخصی اور طبقاتی آراء اور مصالح کو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد حدیث اور سنت کے تابع رکھو تاکہ مسلمانوں کا جماعتی نظام قائم اور مستحکم رہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ اپنے فکر و نظر میں سنت یا تشریع کرنے کا یا مستند نظیر اور صورت حالات کے مطابق آزادانہ تعبیر میں سنت قائم کرنے کا اپنے لئے حق حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یا کسی اور کو دلانا چاہتے ہیں۔ تو وہ رسولؐ کے ارشاد پر تقدیم کرتے ہیں۔ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی اقتدار نہیں کرتے اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی بغاوت کرتے اور مسلمانوں کے جماعتی نظام کو منتشر کرتے اور انضباط کے مضبوط مرکز اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ مذکورہ آیت نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ آداب سکھلائے ہیں کہ اپنے تمام جذبات اور احساسات کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم اور سنت سے پیچھے رکھو اور تابع بناؤ۔ جیسا کہ حضرت معاذؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کہا۔ کہ آپ اپنی

فقہی اور اجتہادی رائے کو کتاب وسنت کے مقابلہ پر نہیں لائیں گے۔ بلکہ کتاب وسنت میں اگر حکم منصوص نہیں ہے تو اس کے بعد کتاب وسنت کے عقلی مفہوم کو سوچیں گے اور اجتہاد ونظر کریں گے۔ کتاب وسنت میں حکم نہ ملنے پر اجتہاد ونظر کے لئے موقع سمجھا گیا ہے۔ اور حضرت معاذؓ کے اس جواب پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کی حمد کی ہے۔

سید آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ اس آیت نے یا ندائیہ کیساتھ خطاب کرنے میں دئے جانے والے امر کا عظیم الشان ہونا ظاہر کیا ہے۔ کہ اس کا زیادہ اعتماد اور اہتمام کیا جائے۔ کہ کسی معاملہ میں اللہ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آگے نہ بڑھو۔ اور اپنے فکر واجتہاد اغراض وجذبات کو شارع کے حکم پر مقدم نہ کرو اور شارع کے حکم کے ہوتے ہوئے فکر ونظر کو عمل میں لانا اللہ اور رسولؐ کے آگے بڑھنا ہے جس سے قرآن شریف نے منع کیا ہے۔

بفرض محال اگر ادارہ تحقیقات اسلامی کے رئیس ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا یہ نظریہ تسلیم کرلیں کہ ہر ایک قابل اور مستعد شخص کو صورت حالات کے مطابق آزادانہ تعبیر بھی دین کے قائم کرنے کا اور تشریع کرنے کا حق ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ڈاکٹر صاحب اللہ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آگے بڑھنے اور خلاف کرنے کے لئے جواز کی راہ نکال رہے ہیں۔

قرآن شریف کی دوسری آیت

سورۃ حجرات میں مذکورہ آیت کے بعد قرآن شریف نے ارشاد فرمایا ہے۔ (اے ایمان والو بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر۔ کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کام اور تمکو خبر بھی نہ ہو۔)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب اور اعظام کا یہ دوسرا طریقہ سکھلایا گیا ہے کہ آپ سے نرم آواز اور تعظیم واحترام کے لہجہ میں ادب اور شائستگی سے خطاب کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اس میں تساہل سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکدر ہو جائے اور تمہارے تمام اعمال اور تمام محنتیں اکارت کردی جائیں۔

حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں جسطرح آپکی حیات میں مذکورہ آداب کی پابندی لازم تھی۔ اسی طرح آرامگاہ نبوت کا احترام اور ادب ضروری ہے۔ اس لئے کہ آپ ہر حال میں محترم ہیں ــــ سید آلوسیؒ لکھتے ہیں۔ بڑوں کے سامنے اونچی آواز سے بولنے میں ان کو ایذا اور تکلیف پہنچتی ہے۔ اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام سب سے اور بہت اونچا ہے۔ آپ کو ایذا دینا کفر ہو سکتا ہے۔ اور اعمال کے اکارت جانے کا سبب ہو سکتا ہے۔ اس لئے قرآن شریف نے آپ کو ایذا اور تکلیف کے ملنے سے

بھی منع فرمایا۔ حافظ ابن قیمؒ مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے ارشاد فرمانے سے قبل بولنے سے منع فرمایا کہ حضورؐ کے بتلانے سے پہلے ایمان والے نہ بتلائیں اور حضورؐ کے فیصلہ سے پہلے فیصلہ نہ کریں۔ ابن عباسؓ نے اسکی یہ مراد بیان کی ہے کہ اللہ کی کتاب اور رسولؐ کی سنت کے خلاف مت بولو۔ حضورؐ کے امر اور فیصلہ کو تسلیم کرنا اور اسکی اتباع کرنا لازم اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور فرمایا حضورؐ کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا کرنے میں قرآن شریف اعمال کے اکارت اور ضائع جانے کی حبب خبر دیتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کے بارہ میں قرآن شریف سے کسطرح کی توقع ہوسکتی ہے۔ کہ وہ اپنی آراء اور جذبات سیاسیات اور معارف کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور سنت پر مقدم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسطرح کی بے باکانہ حرکت اور جرأت کے باوجود ان کے اعمال کیونکر محفوظ رہ سکتے ہیں۔ (اعلام الموقعین ص۳ ج۱)

اہل علم نے قرآن شریف کی مذکورہ آیات کی مراد اور مقاصد کی کھلے الفاظ میں وضاحت کی ہے۔ کہ اللہ کے حکم کیطرح رسولؐ کی سنت اور حکم کی تبدیلی کرنے کا قرآن شریف کسی کو حق نہیں دیتا۔ اور ایک قابل اور مستعد شخص کو اجتہاد و نظر کا اس شرط پر موقع دیا گیا ہے۔ جب کتاب وسنت میں کوئی حکم منصوص نہیں ہے۔ اگر ادارۂ تحقیقات اسلامی کا رئیس پیش نظر صورت حالات کے مطابق کسی قابل اور مستعد شخص کو آزادانہ تعبیر میں سنت یا مستند نظیر قائم کرنے کا یا تشریح اور تقنین کا حق دیتے ہیں۔ تو آپ کو یا قرآن شریف کی مذکورہ آیات کی خبر نہیں ہے۔ یا قرآن شریف کی مذکورہ آیات میں تحریف کی راہ چلتے ہیں کہ منصب نبوت کے اہم اور مخصوص وظیفہ تشریع میں ہر ایک قابل اور مستعد شخص کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کیساتھ شریک کرتے ہیں۔

تشریح کرنا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور مقام ہے

جسطرح نبوت کا منصب تشریعی مقاصد کے لئے دیا جاتا ہے۔ اسی طرح تشریعی وظائف کی ضرورت کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پورا کرتے ہیں۔ تشریعی مقاصد کے بغیر نبوت نہیں ہوتی ہے۔ اور نبوت کے بغیر تشریعی مقاصد کی تکمیل اور ان میں ترمیم و اضافہ ممکن نہیں ہے۔ جن قوموں کے پاس اللہ کا محفوظ اور منضبط دستور نہیں ہے۔ یا اس پر چلنا نہیں چاہتے ہیں۔ ایسی قومیں حالات کے پیش نظر اپنے مناسب سابق دستور اور ضابطوں میں کمی بیشی کرتے رہتے ہیں، جیساکہ برطانیہ نے فواحش کا شرمناک قانون پاس کرلیا۔ اور شرمناک بے حیائی کو قانون میں جائز رکھا گیا ہے۔ اور عائلی قوانین دفعہ ۷

تعدد ازواج کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس دفعہ میں کسی ظلم کا انسداد مقصود نہیں ہے۔ بلکہ غیر مسلم نظریات سے مجوزین کا فکر و دماغ اس قدر متاثر ہے۔ کہ وہ صرف تعدد ازواج کو مکروہ اور جرم قرار دینا چاہتے ہیں۔ اس لئے اس کے نتیجہ میں تعدد ازواج جرم ثابت ہوتا ہے۔ مگر داشتہ طور پر کسی عورت کو رکھنا اور استعمال کرنا جرم نہیں ہوتا۔ یہ انسانی فکر کی تقنین ہے کہ غیر مسلم اوباشوں کی عقیدت اور پیروی میں اللہ کے حرام کو حلال کر دیا۔ اور اللہ کے حلال کو جرم قرار دیدیا ہے۔ لیکن مسلمانوں کے پاس دین کا مکمل اور جامع دستور محفوظ اور منضبط چلا آرہا ہے۔ اس لئے مسلمانوں نے کسی وقت بھی کسی جدید تقنین و تشریع کی ضرورت کا احساس نہیں کیا ہے۔ اور کتاب و سنّت کے سوا کسی انسان کی رائے اور فکر و نظر کو خواہ وہ از سرتاپا غیر مسلم عیسائیوں اور یہودیوں کا مجسمہ ہے۔ مگر وہ فکر و نظر کے اعتبار سے اسلامی فکر و نظر کی روح سے کورا ہے۔ اسلامی مسائل کو اسلام کے نقطۂ نگاہ سے اس کو سوچنے کی عادت نہیں ہے۔ وہ اسلامی مسائل کے ماخذوں اور سرچشموں سے بہت دور ہے۔ یا اس کو بہت تھوڑا اور سطحی تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ تقنین اور تشریع کا حق اور مقام نہیں دیتا۔ اس لئے اہل علم کسی تشریعی تجویز پر التفات نہیں کرتے اور نہ کسی ایسے کے اجتہاد و نظر کو جائز تسلیم کرتے ہیں۔ کتاب و سنّت نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کی قطعی خبر دی ہے۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کرنے پر علی الاطلاق مامور فرمایا ہے۔ اس لئے ہمیں سمجھنا چاہئے کہ کتاب اور سنّت کے احکام تشریع اور شریعت ہے۔ اور انکی اطاعت پر ہم مامور ہیں۔ اور یہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام سنن اور تشریعات ہر طرح کی غلطیوں اور لغزشوں سے پاک ہیں۔ ورنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کے کچھ معنی باقی نہیں رہیں گے۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے علی الاطلاق امر میں خطا اور کمزوری کا شبہ پیدا ہو جائیگا۔ نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کا امر مطلق ہے۔ اس میں کسی شرط اور قید کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام سنن اور احکام ہمیشہ کیلئے واجب الاطاعت شرائع ہیں کسی وقت اور کسی حال میں بھی قرآن شریف ان میں تبدیلی اور کمی بیشی کو جائز نہیں جانتا ہے اور جب یہ معلوم ہے کہ اللہ کی کتاب اور سنّت نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی شخصیت کی عصمت کی خبر نہیں دی ہے۔ اور نہ کسی شخصیّت کی اطاعت پر علی الاطلاق ہمیں مامور فرمایا ہے۔ تو ہمیں یقین کر لینا چاہئے کہ کوئی شخصیت ایسی نہیں ہے جس کے قول اور حکم میں خطا اور غلطی کا امکان نہیں ہے۔ اور اس کا امر یا حکم تشریع ہے۔ اور اسکی اطاعت واجب ہے۔ بلکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کی شخصیّت کتنی بڑی ہو اس کا قول اگر کتاب و سنّت کے مطابق ہے، تو لیا جائیگا۔ ورنہ چھوڑا جائیگا۔ کسی کا قول خواہ کوئی بھی ہو دلیل اور حجت نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ معصوم اور صاحب نبوۃ نہیں۔

معتمر بن سلیمان شعر پڑھتا تھا۔ آپ کے والد نے آپ کو ٹوکا اور آپ نے جواب میں کہا حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ بھی شعر پڑھتے تھے۔ آپ کے والد نے کہا اگر حسنؒ اور ابن سیرینؒ کے شر پر چلو گے تو تم میں پورا شر جمع ہو جائے گا۔ حضرت مجاہدؒ حکمؒ بن عیینہؒ امام مالکؒ فرماتے ہیں: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی بھی نہیں ہے جس کا ہر ایک قول لیا جائے گا۔ بلکہ کوئی قول لیا جائے گا۔ اور کوئی چھوڑا جائے گا۔ سلیمان التیمیؒ فرماتے ہیں۔ اگر ہر ایک عالم کی رخصت پر عمل کرو گے تو تم میں پورا شر موجود ہے۔

ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں۔ اہل علم کا یہ اجماعی مسلک ہے۔ مجھے اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں ہے۔

اور کوفہ میں عبداللہ بن مبارک کے ساتھ نبیذ کی حرمت اور رحلت کے بارہ میں مناظرہ ہوا۔ مخالف فریق نے ابن مسعودؓ کا ذکر کیا۔ اور ابراہیم نخعیؒ شعبیؒ اور دوسرے محدثین وفقہا کا ذکر کیا کہ یہ حضرات نبیذ کو حلال جانتے تھے۔ ابن مبارکؒ نے فرمایا احتجاج کے وقت کسی عالم کا نام نہ لیجئے۔ لبسا اوقات اسلام میں کسی صاحب کے بڑے مناقب ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے غلطی ہو چکی ہوتی ہے۔ اور فرمایا عطاءؒ طاؤسؒ جابر بن زیدؒ سعید بن جبیرؒ عکرمہ اسلام میں بہتر اور پسندیدہ تھے۔ لیکن ان کے مسلک میں جو حلال تھا تم ان کو حرام بتلاتے ہو۔ اصول یہ ہے کہ حجت صرف کتاب وسنت ہے۔ جس کا قول بھی کتاب اور سنت کے خلاف ہے۔ اس پر اعتماد کرنا صحیح نہیں ہے۔ (الموافقات ص ۹۵-۹۷ ج ۴) (باقی آئندہ)

دارالعلوم کی سند جامع ازہر مصر میں بی اے کے برابر

علمی حلقوں میں عموماً اور دارالعلوم کے فارغ التحصیل فضلاء اور وابستگان کیلئے خصوصاً یہ اطلاع باعث مسرت ہو گی کہ عالم اسلام کی مایہ ناز اور قدیم دینی درسگاہ جامع ازہر مصر نے اپنے ایک سرکلر کے ذریعہ دارالعلوم حقانیہ سے فارغ ہونے والے حضرات کو اپنے ہاں کی لغۃ عربی اور شریعت و فقہ اسلامی کے درجہ عالیہ (بی۔ اے) کے مساوی قرار دیا ہے جس کی رُو سے جامع ازہر میں دارالعلوم کے فضلاء کو بی۔ اے کے مساوی سمجھا جائیگا۔

ماہنامہ
البلاغ کراچی ۱۴
زیر نگرانی
مفتئ اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع مدظلہٗ

★

(شعبان کے شمارہ میں)

تحقیق یا تحریف؟ — اداریہ
اسلامی ذبیحے کے شرائط — مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔
اسلام میں صنعت و حرفت — علامہ شبیر احمد عثمانی
اور دیگر عمدہ مضامین
سالانہ چندہ چھ روپے — فی پرچہ پچاس پیسے